منافقانہ اعمال

مدرس: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا' وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا : اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا عَاھَدَ غَدَرَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) (متفق علیہ)

''حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار عادتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں وہ چاروں جمع ہو جائیں تو وہ خالص منافق ہے' اور جس میں اُن چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اُس کا حال یہ ہے کہ اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے' (اور وہ اسی حال میں رہے گا) جب تک کہ اس عادت کو چھوڑ نہ دے (وہ چاروں عادتیں یہ ہیں): جب اُس کو کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اُس میں خیانت کرے' اور جب باتیں کرے تو جھوٹ بولے' اور جب عہد معاہدہ کرے تو اُس کی خلاف ورزی کرے اور جب کسی سے جھگڑا اور اختلاف کرے تو بدزبانی کرے''۔

اس حدیث میں منافق کی علامات بتائی گئی ہیں کہ وہ امانت میں خیانت کرتا ہے' بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' جب عہد کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب جھگڑا کرتا ہے تو بدزبانی پر اتر آتا ہے۔

جب ہم منافقت کا لفظ سنتے ہیں تو ذہن فوراً منافقینِ مدینہ کی طرف پلٹ جاتا ہے جن کا سردار عبد اللہ بن اُبی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے مدینہ میں مہاجرین کا آنا

پسند نہ کیا اور نہ ہی انصار کا قبولِ اسلام انہیں گوارا تھا' مگر اُن میں مسلمانوں کی مخالفت کی ہمت بھی نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا مگر دل سے کافر ہی رہے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھتے اُٹھتے' اسلامی عبادات بجالاتے' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ان کو مسلمان ہی سمجھتے۔ مگر وہ اندر ہی اندر اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کی بدخواہی کے منصوبے بناتے رہتے۔ جب کبھی ان کے کردار و عمل سے منافقت ظاہر ہوتی تو طرح طرح کے بہانے بنا کر' قسمیں کھا کر اور جھوٹ بول کر اپنے ایمان اور اسلام کا یقین دلاتے۔ لیکن یہ منافقین کی وہ قسم ہے جنہیں ہم اعتقادی منافق کہتے ہیں۔ جبکہ اس حدیث میں منافقین کی اس دوسری قسم کا تذکرہ ہے جو اعتقادی منافق تو نہیں مگر اُن کے اعمال منافقین جیسے ہیں' اگرچہ وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں' اسلام کو سچا دین سمجھتے ہیں اور قانون کی نگاہ میں مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں بھی انہیں مسلمان سمجھا جاتا ہے اور انہیں ہر طرح کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ایسے مسلمان عقیدے کے طور پر تو مسلمان ہیں مگر عملی طور پر منافق ہیں۔ اس حدیث میں ایسے ہی منافقین کی علامات بتائی گئی ہیں۔

''نَفَقَ'' عربی کا لفظ ہے' جس کا ایک معنی جنگلی چوہے کا اپنے بل میں آنا جانا ہے' جبکہ اس کے بل کو ''نَافِقاء'' کہا جاتا ہے۔ یہ بل زمین کے اندر ہی اندر ایسی سرنگ ہوتی ہے جس کے دونوں سرے کھلے ہوتے ہیں تاکہ اگر ایک طرف سے حملہ ہو تو جنگلی چوہا دوسرے راستے سے بھاگ نکلے اور جان بچانے میں کامیاب ہو جائے۔ اسی سے لفظ ''نفاق'' بنا ہے۔ اس طرح منافقت وہ طرزِ عمل ہے جس میں اپنا بچاؤ پیشِ نظر رہے اور ذمہ داریاں اور فرائض پورے نہ کرنے پڑیں۔ اعتقادی منافق بھی مسلمانوں کی زد سے بچنے کے لئے اسلام کا دعویٰ کرتے تھے' لیکن جب انفاق فی سبیل اللہ یا جہاد کا موقع آتا تو بہر طور اسے ٹالنے کی کوشش کرتے اور کئی طرح کے بہانے تراشتے تھے۔ پس ایسا مسلمان بھی عملی طور پر منافق ہے جس کا کردار و عمل اسلامی اخلاق کے مطابق نہ ہو۔ چنانچہ اس حدیث میں چار ایسے خصائل کا ذکر کیا گیا ہے جو کسی مسلمان اور مؤمن کے

شایانِ شان نہیں اور اُن کو اختیار کرنے والا بھی منافق سمجھا گیا ہے۔

منافقت کے ان خصائل میں سے پہلی خصلت حضور اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرتا ہے۔ جبکہ مسلمان تو وہ ہے کہ اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس امانت کی پوری طرح دیکھ بھال اور حفاظت کرے اور جب مالک امانت واپس مانگے تو بلا حیل و حجت واپس کر دے۔ اگر کوئی مسلمان دوسرے کے مال میں خیانت کرتا ہے تو گویا وہ حقوق العباد کی اہمیت سے غافل ہے' وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ امانت میں خیانت کے متعلق جواب دہی کرنا ہوگی۔ مال کی خیانت تو دُور کی بات ہے اسلام تو یہ کہتا ہے کہ اگر کسی نے آپ سے رازدارانہ انداز میں مشورہ کیا ہے تو وہ بھی آپ کے پاس امانت ہے' اس شخص کے راز کو افشا کرنا بھی امانت میں خیانت ہے۔ پس جو مسلمان امانت کے معاملے میں احتیاط نہیں کرتا حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ ایک چوتھائی منافق ہے۔

منافقت کی دوسری علامت جھوٹ بولنا بتایا گیا ہے۔ جھوٹ کبیرہ گناہ ہے۔ اس سے اجتناب کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جھوٹ خلافِ حقیقت بات کرنے کو کہتے ہیں۔ ظاہر ہے جھوٹ میں بھی دراصل اپنا مفاد محفوظ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جھوٹ بول کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر دوسرے شخص کو مطمئن کیا جاتا ہے اور اپنا مفاد حاصل کر لیا جاتا ہے۔ مگر یہ بات بھی مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ دوسروں کے نقصان کی پروانہ کرے بلکہ اپنا مفاد ہمہ وقت اس کے پیش نظر ہو۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دُور چلا جاتا ہے۔ (جامع ترمذی) جھوٹ بہرحال جھوٹ ہے۔ خلافِ واقعہ کہی ہوئی ہر بات جھوٹ ہے۔ اسی لئے کسی معاملے کو بیان کرتے ہوئے افراط و تفریط سے بچنا ضروری ہے۔ رپورٹنگ میں احتیاط نہایت ضروری ہے' کیونکہ اگر کوئی چیز حقیقت کے خلاف کہہ دی تو وہ جھوٹ ہو جائے گا۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی طبیعت اور فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ (مسند احمد د

شعب الایمان للبیہقی) جھوٹ بولنے کی ہلاکت کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے۔ (صحیح مسلم) پس سنی سنائی بات کو بلاتحقیق آگے بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے مبادا وہ بات غلط ہو اور انسان جھوٹ کا ارتکاب کر بیٹھے۔

جھوٹ بولنا اس قدر بُری بات ہے کہ اسلامی تعلیمات میں بچوں کے ساتھ بھی جھوٹ بولنے کی ممانعت ہے۔ایک ماں نے بچے کو پکارا کہ میرے پاس آ میں تجھے ایک چیز دوں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''بچے کو کیا دو گی؟''ماں نے کہا میں نے ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا:''یاد رکھو!یہ بات کہنے کے بعد اگر تم بچے کو کوئی چیز بھی نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا''۔(سنن ابی داؤد) اسی طرح آپ ﷺ نے ہنسنے ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنے سے بھی منع کیا ہے' حتیٰ کہ جانوروں کو جھوٹا لالچ دینے سے روکا گیا ہے۔ پس آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جھوٹ بولنا بھی منافقت کی علامت' بلکہ ایک چوتھائی نفاق ہے۔

منافقت کی تیسری علامت عہد کا پورا نہ کرنا ہے۔کسی شخص کے ساتھ وعدہ کیا جائے تو وہ شخص انتظار میں رہتا ہے اور جب وعدہ پورا نہ کیا جائے تو اسے پریشانی لاحق ہوتی ہے اور اکثر اوقات اسے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔پس دوسروں کو پریشان کرنا یا اُن کا نقصان کرنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔اسی لئے ایک حدیث میں عہد شکنی کو دین کے منافی کہا گیا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ ''جس میں امانت کی خصلت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں''۔(شعب الایمان للبیہقی)

عہد کیا ہے؟ یہ وہ اقرار ہے جو فریقین کے درمیان طے پاتا ہے اور ہر فریق اُس کی پابندی کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔غور کریں تو ہم طرح طرح کے معاہدوں کے

درمیان ہیں۔ ملازم ہے تو وہ شرائط ملازمت کے مطابق کام کرنے کا پابند ہے اور مالک اس کو تنخواہ دینے کا پابند ہے۔اسی طرح مزدور اور کارخانہ دار' گاہک اور دکاندار میں سے ہر ایک معاہدے کے مطابق اپنا فرض ادا کرنے کا پابند ہے۔ معلوم ہوا کہ حقوق العباد کا زیادہ حصہ انہی معاہدوں پر مشتمل ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی پر اسلام میں بہت زور دیا گیا ہے۔ اگر ہر شخص اپنے فرائض کی ادائیگی میں مستعد ہو تو معاشرہ جنت نظیر بن جائے۔ یہ حقوق کی تلفی ہی ہے جو جھگڑے اور فساد پیدا کرتی ہے۔

عہد کی پابندی کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ دیکھنا ہو تو وہ واقعہ یاد کیجئے جب آپؐ نے عبداللہ بن ابی الحمساء کے ساتھ وعدہ کر لیا کہ تم آ جاؤ میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا' مگر وہ جا کر بھول گئے' رسول اللہ ﷺ ایفائے عہد کی خاطر وہیں کھڑے اس کا انتظار کرتے رہے۔ جب عبداللہ تین دن کے بعد وہاں آئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ عبداللہ کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: ''تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈالا اور بڑی زحمت دی' میں تمہارے انتظار میں تین دن سے یہیں ہوں''۔ (سنن ابی داؤد) یاد رہے کہ یہ واقعہ قبل از نبوت کا ہے۔ گویا نبوت ملنے سے پہلے بھی آپ ﷺ کا کردار اس قدر بلند تھا کہ آپؐ نے اتنی مشقت برداشت کر لی لیکن عہد کی خلاف ورزی نہیں کی۔ پس ایک مسلمان کو ہرگز یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ وعدہ خلافی کرے۔ یوں وعدہ خلافی بھی منافقت کی ایک علامت ہوئی۔

منافقت کی چوتھی علامت اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ کوئی شخص بحث و تمحیص اور اختلافی جدال کی صورت میں بدزبانی اور گالی گلوچ پر اتر آئے۔ اسلام ہمیں اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے جہاں بدکلامی کی بالکل گنجائش نہیں۔ زبان کے استعمال میں نہایت احتیاط ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کسی کے ساتھ اختلافی معاملہ پر گفتگو یا بحث و تمحیص کے موقع پر دلائل اور براہین کی قوت استعمال کرنا چاہئے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ اگر فریق مخالف میں کج فہمی اور ضد دیکھی جائے اور دلائل بے اثر نظر آئیں تو ایسے موقع پر ﴿اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ کے انداز میں

بحث کوختم کر کے اپنی راہ لینی چاہئے۔ایسے موقع پر مخالف کی تیز وتند باتوں پر اسی انداز میں ردّعمل ظاہر کرنا ہرگز مفید نہیں رہتا۔اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اپنے مخالف کی طرف سے برائی ہوتو اس کا جواب نیکی اور بھلائی کے ساتھ دیا جائے۔اس کا اثر یہ ہوگا کہ دشمن بھی گہرا دوست بن جائے گا۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلوان اور طاقتور وہ نہیں جو مدمقابل کو پچھاڑ دے' بلکہ پہلوان اور شہ زور درحقیقت وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے''۔(بخاری ومسلم) مخالفانہ ضد میں غصہ تو آتا ہے مگر ہمیں غصہ سے مغلوب ہوکر شرافت اور متانت کا دامن چھوڑنے کی اجازت نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''غصہ شیطان کے اثر سے آتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے' لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کرلے''۔(سنن ابی داؤد) پس زبان کے واہی تباہی اور بے باکانہ استعمال سے گریز کرتے ہوئے عالی ظرفی کا ثبوت دینا ہی مسلمان کے شایانِ شان ہے۔زبان کا غلط استعمال تو نری ہلاکت ہے۔حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے بارے میں آپؐ کو جن باتوں کا خطرہ ہے ان میں زیادہ خوفناک کون سی چیز ہے؟ آپؐ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا: ''سب سے زیادہ خطرہ اس سے ہے''۔(ترمذی) زبان کے غلط استعمال سے جو شخص رک گیا یوں سمجھئے کہ وہ بڑی حد تک گناہوں سے بچ گیا۔رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''جو چپ رہا وہ نجات پا گیا''۔(مسند احمد' ترمذی)

پس اس حدیث سے سبق حاصل کرتے ہوئے ان چاروں منافقانہ اعمال سے ہر طور اجتناب کرنا چاہئے۔منافقت بہت بُرا طرزِ عمل ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:
﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ ''ضرور بالضرور یہ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈالے جائیں گے''۔